

اس کے آداب، ستم طراز ہنری سلاسن کے قلم سے، جو خوں خور ہنری سلاسن کے تحریروں کا امیزہ بنتا ہے، وہ سب اس کے مہر و مہر ہے۔ طرز بیاض جیدا، طرز فکری جیدا، سب کے سب جیدا، دوسرے جیسے نہایت سوچنے و سمجھنے کے سلاسن کا فن ہے، دوسرے جیسے نہایت کثرت و کثرت ہنری سلاسن کا امتیاز ہے۔



نے فوراً فون پر ہونل کے منیجر سے رابطہ قائم کیا۔ سر اعظم سرمن ڈاکٹر فیلڈ میں تشریف لائے ہیں اپنے ہونل میں۔ جی ہاں، میرے سامنے کھڑے ہیں۔

منیجر وہیں آگیا۔ اس نے ڈاکٹر سے گرم جوشی کے باوجود نہایت احتیاط کے ساتھ مصافحہ کیا۔ شاید اسے یہ خیال ہوگا کہ اس عظیم ہونل کی انگلیوں کو کچھ ہونہ جائے۔ ڈاکٹر فیلڈ میں کے لیے یہ شان طرہ حال تواری کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس کا خیر مقدم ہر جگہ اسی خندہ پیشانی سے کیا جاتا تھا۔

دوپہر کا کھانا ڈاکٹر نے ڈاننگ ہال میں کھایا۔ اس کے ہم سفر ہونل میں دو شادی شدہ جوڑوں کے علاوہ ایک بیوہ عورت بھی شامل تھی۔ ہونل کا نام مسٹر اسمتھ تھا۔ اس کی عمر تقریباً ساٹھ سال ہوگی۔ ڈاکٹر کی عمر پچاس سال تھی اور وہ اب تک غیر شادی شدہ تھا۔ اس کے گول چہرے پر خاصی وجاہت تھی اور نفاست سے کٹی ہوئی تریچھی مونچھوں نے وجاہت میں اضافہ کر دیا تھا۔ ان خصوصیات کے باعث مسٹر اسمتھ کو اس سے بے تکلف ہونے میں دیر نہیں لگی۔ تعارف ہوتے ہی وہ بولی: اچھا تو تم ایک سرمن ہو، ڈاکٹر فیلڈ میں۔ اس نے بلند آواز میں ایک اور شخص سے کہا: ایشیٹل! باورچی سے کہہ دو کہ آج اسے گوشت کاٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج ہمارے پاس اس کام کا ایک ماہر موجود ہے۔ اس نے ہولے سے ڈاکٹر کو کہتی ماری: کیوں؟ میں نے غلط تو نہیں کہا؟

”قطعاً نہیں میڈم! ڈاکٹر نے سوپ کا چمچہ منہ میں ڈالا آپ بھلا غلط کہہ سکتی ہیں۔“

ڈاکٹر فیلڈ میں کو کون نہیں جانتا؟ شادی شدہ مردوں میں سے ایک نے کہا: یہ بہت مشہور اسپیشلسٹ ہیں۔ شریاؤں کے ایک مخصوص آپریشن کے لیے انھیں ملک کا واحد سرمن سمجھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں ڈاکٹر آپریشن ان کے سوا کسی اور ڈاکٹر کے ہاتھ میں ہوتا تو جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے۔

”خوش قسمتی سے۔“ ڈاکٹر فیلڈ میں نے ہنری کے لیے میں کہا۔

”بشیر رضیوں کو آپریشن کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن جب پڑتی ہے تو وہ میرے ہی پاس آتے ہیں۔“

”اوہ۔“ مسٹر اسمتھ نے تالی بجائی: یہ تو ایک قسم کی اجارہ داری ہوئی اور اجارہ داری میں آمدنی بے حساب ہوتی ہے۔“

”آمدنی کوئی معنی نہیں رکھتی۔“ ڈاکٹر نے خوش دل سے کہا۔

”پچاس فی صد آپریشن مفت کیے جاتے ہیں۔“

ڈاکٹر کے لیے لوگوں کی پسندیدگی میں احترام بھی شامل ہو گیا۔ زندگی ان کی انگلیوں والا سمجھا تھا۔ اس کی انگلیاں سونے کی تھیں اور اس کا دل بھی سونے کا تھا۔

تعطیلات کے دن تھے۔ ڈاکٹر فیلڈ میں نے یہ دن ایک

منافاتی تفریح گاہ میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ وہ ملک کا ایک ماہر سرمن تھا۔ اپنی مہارت کی وجہ سے اسے ملک بھر میں شہرت و مقبولیت حاصل تھی۔ اس کا شمار ملک کے پسندیدہ اور ہونل عزیز لوگوں میں ہوتا تھا۔ ڈاکٹر کو اتنی تھی کہ منافاتی تفریح گاہ میں اسے اجنبیت محسوس نہیں ہوگی۔ اس کا تجربہ تھا کہ وہ جہاں بھی گیا، لوگوں نے اسے پسند کیا اور اس سے بہت جلد گھل مل گئے۔ یہ احساس اس کے لیے طمانیت کا باعث تھا کہ وہ ایک پسندیدہ شخصیت کا حامل ہے۔

ڈاکٹر نے اپنی مرشد بزرگ کا تفریح گاہ کے عالی شان ہونل کے سامنے روک کر ایک نو عمر لڑکے نے بڑھ کے اس کا سامان اٹھایا اور اس کی مرشد بزرگ کی تعریف کی۔ وہ ڈاکٹر کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر کے ہونٹوں پر ایک دل فریب ہنسی چھلک رہی تھی۔ وہ استقبال کا دوشرکی طرف بڑھلا کاؤنٹر پر ایک خوب صورت لڑکی بیٹھی تھی۔ اس نے دوشر میں ڈاکٹر کا نام پوچھا۔ اس کے دوشر خوشی سے متمنا لگے۔ اوہ ڈاکٹر فیلڈ میں۔ اس

https://www.facebook.com/groups/372605677178945/

شام کو ماش کی مغل جی۔ ڈاکٹر رمی کا بہترین کھلاڑی ثابت ہوا۔
اُس نے مسٹر بیرری، مسٹر سمتھ اور مسٹر ایکلنر سے ۱۴ ڈالر جیتے۔ اُس کی
دھاک بیٹھ گئی۔ وہ اور زیادہ پسند کیا جانے لگا۔ رمی کی میز، ڈاکٹر فیلڈین
کی میز مشہور ہو گئی۔

وقت بہت خوش گوار گزر رہا تھا۔ نئے نئے لوگ آ رہے
تھے۔ ہر شخص ڈاکٹر سے نہایت تپاک کے ساتھ ملتا۔ ڈاکٹر کے بعد آنے
والوں میں موریز پر نامی ایک شخص بھی شامل تھا۔ اُس کی عمر چالیس سال
معلوم ہوتی تھی۔ وہ قدرے پیلا اور مخنی آدمی تھا، چہرے پر ناخوشی کے
آئینے تھے۔ ڈاکٹر سے اُس کا تعارف کرایا گیا۔ ڈاکٹر کو اُمید تھی کہ وہ کہے گا،
”کیسا مزاج ہے جناب؟“ مگر وہ شخص ڈاکٹر کا مزاج پوچھنے کے بجائے
غزاکے دے گیا۔ ڈاکٹر کو بہت تعجب ہوا، اُس نے خاموشی اختیار کر لی۔
موریز کا یہ رویہ دوسروں کے لیے بھی غیر متوقع تھا۔ کھانے
کے بعد سب لوگ پولج میں آ بیٹھے۔ لوگوں نے موریز کو برا بھلا کہا۔
سب کی متفقہ رائے یہ تھی کہ وہ کوئی بہت بُرا آدمی ہے۔ ڈاکٹر نے
اُس کا دفاع کیا۔ یہ کسی کے بارے میں اتنی جلدی اندازہ نہیں لگانا چاہیے
ممکن ہے اُس کی طبیعت خراب ہو یا وہ مالی پریشانی میں مبتلا ہو۔ کچھ
وقت یہاں گزارے گا تو اُس کا دل بہل جائے گا۔“

موریز عمر بھر لوگوں سے الگ تھلک رہا البتہ ڈاکٹر کے ساتھ رمی
کھیلنے آ گیا۔ ڈاکٹر نے کھیل میں اُس کی دلچسپی بڑھانے کے لیے فقرے
چُست کیے مگر اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اُس کی صورت سے ہزار ہی برستی
رہی۔ ڈاکٹر نے ہمدردانہ انداز میں اُس سے پوچھا: ”مسٹر موریز، آپ کی
دلچسپیاں کیا ہیں؟“ رمی سے تو میں بھی تھک گیا ہوں۔ آپ کو
نشانے بازی وغیرہ سے کوئی دلچسپی ہے؟ پنگ پانگ کھیلنا پسند
کریں گے؟ آپ؟ یا پھر تیراکی کے متعلق کیا خیال ہے؟“

”جی، شکریہ۔“ موریز نے سرد مہری سے جواب دیا۔ میں یہاں
آرام کرنے آیا ہوں، کھیلنے نہیں۔“

”کیا آپ شہر میں رہتے ہیں؟“ ڈاکٹر نے پوچھا۔
”ہاں رہتا ہوں۔ پھر؟“

”کچھ نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔“ ڈاکٹر گڑبڑا گیا۔ اُس نے بات بدلتی آپ
کا پورا نام کیا ہے مسٹر موریز؟“ میرا پورا نام ہورس فیلڈین ہے مگر میں
صرف فیلڈین استعمال کرتا ہوں۔ ہورس سے مجھے نفرت سی ہے
کیونکہ لوگ مجھے ہورس یعنی گھوڑا کہنے لگے تھے۔ بچپن میں یہ خطاب اتنا
برا نہیں لگتا تھا لیکن عمر بڑھی تو میں کچھ موٹا ہو گیا اس لیے ہورس کہلانا
مجھے برا لگنے لگا۔“ وہ کھیل کھلایا۔ ”ہاں تو آپ کا پورا نام؟“
”میرا نام موریز ہے۔“ اُس نے مختصر جواب دیا۔ ڈاکٹر نے مزید



اندر ہوا

کچھ نہیں پوچھا۔
”اُسی رات کا واقعہ ہے۔ ڈاکٹر ماش کھیل رہا تھا اور برابر جیت
رہا تھا۔ کھیلنے کھیلنے اُس نے دفعۃً نگاہ اٹھائی۔ موریز عین اُس کے
سامنے کھڑا تھا۔ اُس کی آنکھیں کینے اور نفرت سے بھری ہوئی تھیں،
ڈاکٹر کے ہاتھ کپکپا گئے۔ وہ جیتی ہوئی بازی مار گیا۔ اُس کے مزے
مشکل نکلا۔ شب بخیر مسٹر موریز، موریز نے اُسے جواب دینا بھی
گوارا نہیں کیا۔“

کھیل کے بعد ڈاکٹر اپنے کمرے میں آ گیا، وہ تھکا ہوا تھا مگر
بستر پر لیٹ کے بہت دیر تک اُسے نیند نہیں آئی۔ اس بے خوابی
کا وقتے داد اُس نے موریز کو ٹھیرایا۔ موریز اُس کے لیے کوئی حقیقت
نہیں رکھتا تھا مگر اُس کے رویے ہیں ایک ناخوش گوار ہی تھی۔ کیا
موریز اُسے واقعی ناپسند کرتا ہے؟ ڈاکٹر اس مبہم امکان پر غور کرتے
کرتے سو گیا۔

دوسرے روز رات کے کھانے پر ڈاکٹر تنگ بال میں موریز

پھسل جاتا۔ موزیر ایک بار پھسل کے ڈاکٹر سے مکرایا۔ ڈاکٹر نے کہا۔
”احتیاط سے، احتیاط سے۔“

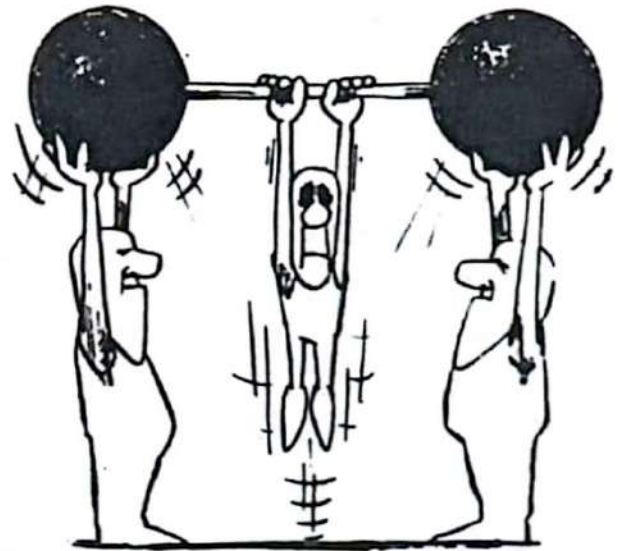
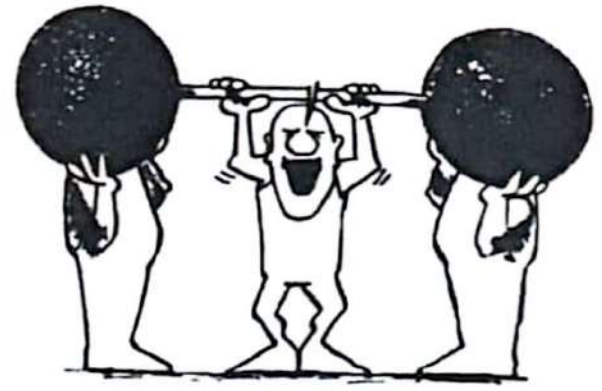
”احتیاط تم خود کرو“ موزیر ناگواری سے بولا۔ چند قدم چلنے کے
بعد وہ ایک بار پھر پھسل کے ڈاکٹر سے مکرایا۔ ڈاکٹر گرتے گرتے بھاگ
اُس نے اپنا عقد ضبط کر لیا۔

یہی واقعہ تیسری اور چوتھی بار پھر ہوا۔ ڈاکٹر نے زبردستی مکرانے
کی کوشش کی۔ بھٹی تم بڑے بے پروا ہو۔ جہاں قدم رکھتے ہو، وہاں گم
دیاں دیکھ کر لیا کرو۔“

کچھ دیر بعد دونوں ہوٹل واپس آ گئے۔ ڈاکٹر اپنی آستین سے
کانٹے نکال رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر اٹھلال کے آثار تھے۔ مگر کچھ
نے دریافت کیا۔ ”چل قذنی کیسی رہی؟“
”ٹھیک ٹھاک“ ڈاکٹر نے جواب دیا۔

دوسرے روز ڈاکٹر نے موزیر کو نیم دلی سے بیڈ منٹن کھیلنے
کی دعوت دی۔ مقابلے کے لیے دو ٹیمیں بن گئیں۔ ایک ٹیم ڈاکٹر
اور مسز اسمتھ پر مشتمل تھی، دوسری موزیر اور مسز ایلکینز پر۔ کھیل شروع ہو
گیا۔ موزیر ایک افسردہ مگر پھر تھلا کھلاڑی ثابت ہوا۔ اُس کی ساتھی مسز
ایلکینز بھی بری نہیں تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر اور مسز اسمتھ کو بری طرح مارنا پڑا۔
دوسرے مقابلے کے لیے خواتین نے یہ تجویز پیش کی کہ دونوں مرد
ایک طرف ہو جائیں اور دونوں خواتین دوسری طرف۔ مقابلہ شروع ہو
گیا۔ کھیل میں نئی دلچسپی پیدا ہو گئی مگر کھیل کے دوران موزیر نے
اچانک ڈاکٹر کے سر کے پچھلے حصے پر دیکٹ مار دیا۔ ڈاکٹر اسے ایک
اتفاق سمجھ کے نظر انداز کر گیا مگر چند لمحوں بعد یہی حادثہ دوسری بار ہوا۔
ڈاکٹر سوچتا رہا کہ کیا یہ بھی محض اتفاق ہے؟

تمام کو ڈاکٹر پہلی بار تفریح گاہ کے تالاب پر نہانے گیا۔ نہانے
کے لیے مثال کے طور پر ایک گھنٹے کے اندر اندر مسز اسمتھ، مسز
ایلکینز، مسز میری حتیٰ کہ موزیر بھی نہانے کے لباس میں تالاب کے
گرد نظر آنے لگے۔ موزیر تالاب میں اترا۔ ڈاکٹر نے اندازہ لگایا کہ
اُسے غوطہ زنی میں ہمارت حاصل ہے۔ خود ڈاکٹر غوطہ خوری کے لباس
اور آبی نقاب کا محتاج تھا۔ موزیر خاص خاص دیر پانی کے اندر رہا
ڈاکٹر نہا مارا۔ کچھ دیر بعد اُس نے یکایک اپنے ٹخنوں کے گرد کسی کا
ہاتھ محسوس کیا۔ ڈاکٹر کو معلوم تھا کہ اس تالاب میں کوئی آبی جانور نہیں
ہے اس لیے اُس نے سوچا کہ کسی کا ہاتھ ہی ہو سکتا ہے۔ اُس
ہاتھ کی پوری کوشش یہ تھی کہ وہ ڈاکٹر کا سارا جسم پانی کے اندر کھینچ
لے۔ پہلے پہل ڈاکٹر خوش طبعی سے ہنسا۔ ارے چھوڑو! یہ ہاتھ ہٹاؤ۔
مگر جلد ہی تالاب کا کلورین ملا ہوا پانی اُس کی ناک میں داخل ہونے



سے اُس کا سامنا ہوا۔ موزیر نے مسز میری، مسز اسمتھ اور دوسرے لوگوں
سے بات کی لیکن ڈاکٹر سے مخاطب نہیں ہوا۔ ایک شادی شدہ خاتون
نے موزیر سے اُس کی زندگی کے بارے میں کچھ سوالات کیے۔ موزیر
نے بتایا کہ وہ شادی شدہ ہے لیکن اُس کی بیوی کو مصافحاتی علالت پسند
نہیں ہیں اس لیے وہ اُس کے ساتھ نہیں آئی ہے۔

ڈاکٹر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اُسے موزیر کی بے بسی محسوس ہی
نہ ہوتی لیکن ڈاکٹر کے لیے یہ صورت حال پریشان کن تھی۔ اُس کے لیے
یہ حقیقت ماننا مشکل تھا کہ کوئی شخص اُس سے نفرت بھی کر سکتا ہے۔
مشہور و مقبول مسز جن ڈاکٹر فیلڈمین کے لیے ایک عام آدمی موزیر
کا یہ رویہ ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا تھا۔ کھانے کے بعد ڈاکٹر
نے خود موزیر کو مخاطب کیا اور اُسے اپنے ساتھ سیر کرنے کی دعوت
دی۔ موزیر نے جواب دیا۔ ”مجھے پیدل چلنے سے نفرت ہے۔“

ڈاکٹر نے محل سے کہا۔ ”پیدل چلنا ہمارے لیے مفید ہے
اور پھر ایک ڈاکٹر کا حکم ہے۔“ موزیر نے ایک ہنگامی بھری اور
اُس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ ڈاکٹر کو تعجب ہوا۔
دونوں کچھ دیر تک سڑک پر چلتے رہے پھر کچھ راستے پر
آ گئے۔ یہ ایک جنگل تھا۔ جنگل نے پوری تفریح گاہ دائرے میں لے
رکھی تھی۔ ڈاکٹر اور موزیر اپنی اپنی سوچ میں خاموشی سے آگے بڑھتے
رہے۔ راستہ تنگ اور چٹانی ہوتا گیا۔ کبھی کبھی ان میں سے کسی کا پاؤں

لگا۔ وہ پریشان ہو گیا۔ بلب بگلب۔ ڈاکٹر چخا اور اس نے اپنے دوسرے پاؤں سے پیچھے کی طرف ایک ضرب لگائی اس کا پاؤں شاید کسی کے کندھے سے ٹکرایا یا شاید کندھے کے مانند کسی اور سخت چیز سے یا شاید ایک آبی نقاب سے ٹکرایا۔ ہاتھ نے اس کا پاؤں پھوڑ دیا۔ ڈاکٹر ہانتا ہوا کنا سے کی طرف بڑھا۔

رات کو ڈاکٹر کی مینڈ پھر خراب ہوئی۔ غنودگی میں اس نے ایک خواب دیکھا کہ وہ آہستہ آہستہ ڈوب رہا ہے۔ دوسری صبح ناشتے کی میز پر اسے موریز ملے۔ اس نے اکھڑے ہوئے لہجے میں ڈاکٹر کی خیریت دریافت کی پھر باتوں باتوں میں اسے کشتی رانی کی دعوت دی۔ ڈاکٹر ہچکچایا۔ کشتی رانی؟

”ہاں، جھیل میں۔“ موریز اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ ”جھیل؟“ ڈاکٹر کو پانی کے خیال سے کچھ خوف محسوس ہوا پھر اس نے سوچا کہ خوف کیسا؟ خوف زدہ ہونا تو بسکی کی بات ہے۔ وہ مسکرا کے بولا۔ ”بہت عمدہ تجویز ہے۔ خواتین کو بھی ساتھ لے چلیں گے۔ لطف دو بالا ہو جائے گا۔“

”نہیں۔“ موریز نے کہا۔ میں ایک شادی شدہ شخص ہوں۔ مجھے خواتین سے دلچسپی نہیں ہے۔ صرف تم چلنا چاہو تو چلو ورنہ رہنے دو۔“

”بہتر ہے۔“ ڈاکٹر رضامند ہو گیا۔

کشتی گاہ پہنچ کے انھوں نے سب سے مناسب کشتی نکال۔ دن بہت خوب صورت تھا۔ جھیل کی سطح ہموار اور شفاف تھی۔ البتہ جھیلیوں کی اچھل کود سے کہیں کہیں بلبے بن رہے تھے۔ کشتی میں ٹھہلی پکڑنے کا سامان بھی تھا۔ ڈاکٹر کی دلچسپی بڑھ گئی۔ اس نے موریز سے پوچھا کہ کیا اسے جھیل کا شکار پسند ہے؟ موریز نے انکار کر دیا۔ اسے صرف تہوار چلانا پسند تھا۔ کشتی تیرنے لگی۔ ڈاکٹر جھیل کے کنارے میں اُلجھ گیا۔ موریز تہوار چلاتا رہا۔

کشتی جھیل کے وسط میں پہنچ گئی۔ ڈاکٹر بیس رک کے کنارے کرنا چاہتا تھا مگر موریز کی کوشش یہ تھی کہ وہ آگے بڑھتا رہے اور بڑھتے بڑھتے دوسرے کنارے پر جا پہنچے۔ تفریح گاہ کا ہوٹل ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ کچھ اور آگے نکل کے موریز کے ہاتھ سست پڑ گئے۔ وہ اد گھنے لگا۔ ڈاکٹر بدستور کنارے میں ٹوٹھا۔ اب تک ایک بھی ٹھہلی ہاتھ نہیں آئی تھی مگر ڈاکٹر ناامید نہیں ہوا تھا۔

کوئی آدمی گھنٹے بعد موریز کے جاگ گیا۔ اس کے چہرے پر پشیمانی تھی اور وہ ڈاکٹر کو خشونت سے گھور رہا تھا۔ ڈاکٹر نے پردہ انہیں کی ٹوئیز چند لمحوں تک اسے گھورتا رہا پھر آہستہ آہستہ تہوار چلانے لگا۔ تہوار

حبیب بینک ڈپازٹ گروتھ سرٹیفکیٹ

میں آپ کا روپیہ تیزی سے بڑھتا ہے
اور بڑھتا ہی رہتا ہے

چھٹی لمبی مدت اتنا زیادہ منافع۔ مثلاً آپ کی رقم ۱۵ سال میں
۱۲ گنا سے زیادہ اور ۲۰ سال میں تقریباً ۱۲ گنا ہو جاتی ہے۔

حبیب بینک

چلنے سے پانی میں شور اٹھا۔ ڈاکٹر نے موریز سے کہا کشتی تم مچھلیوں کو ڈرا دو گے۔“

”کون سی مچھلیاں؟“ موریز نے ہلکا سا مقدمہ لگایا اور تیز زور زور سے چلانے لگا۔

”موریز! ڈاکٹر نے کہا تم کیا کر رہے ہو؟“ موریز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ڈاکٹر کو گھور گھور کے تیز چلاتا رہا۔ ڈاکٹر نے بلند آواز سے کہا: ”موریز! کیا تم ہوش میں ہو؟ کشتی الٹ جا رہی ہے۔“

”تو پھر؟“ اس نے ڈاکٹر کو مفترت رساں نظروں سے دیکھا۔

”تم چاہتے کیا ہو؟ کیا غرق ہونا چاہتے ہو؟“

”کیا بات ہے فیلڈین! موریز تمہارے بولالہ کیا تم اپنا غوطہ خوری کا لباس نہیں لائے؟“

”مذاق کا ایک وقت ہوتا ہے۔ بے وقت مذاق اچھا نہیں لگتا۔ چلو واپس چلیں! ڈاکٹر نے سنجیدگی سے کہا۔

موریز دفعۃً اچھل کے کشتی میں کھڑا ہو گیا اور دونوں ٹانگیں ایک کنا سے دوسرے کنا تک پھیلا کر کشتی کو جھکولے دینے لگا۔ کشتی ڈولنے لگی یہاں تک کہ پانی اندر آنے لگا۔ ڈاکٹر کی سفید تیلوں پر پانی کے دھبے پڑنے لگے۔ اس نے وہ دھبے بے یقینی سے دیکھے اور

چلایا: ”موریز! موریز! کیا کر رہے ہو۔ یقیناً تم پاگل ہو، جنونی ہو۔“

موریز نے ڈاکٹر کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا: ”فیلڈین! تمہیں اب تیرا سیکھنا چاہیے۔“

مخلوقات عظامت، جسے شائقین کہتے ہیں ناظرین محترمین



مؤلف

عقیل عباس جعفری

دو ہفتوں میں

ہر صفحہ کی قیمت چار روپے

دی رائٹرز

۱۱۳۹/۱۵ - فیڈرل بک ایریا - کراچی ۳۸



ڈاکٹر کو یقین ہو گیا کہ موریز اسے ناپسند کرتا ہے بلکہ اس سے اتنا متنفر ہے کہ مار ڈالنا چاہتا ہے۔ وہ پوری قوت سے چٹا: ”موریز“

چننے میں اس کا توازن بگڑ گیا، اس نے سہارے کے لیے کشتی کا کنارہ پھڑکنے کی کوشش کی۔ مگر ایک پتو اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس پتو کو کٹنے سے نکال کے اسے توازن میں ستون کے طور پر استعمال کر

کی کوشش کی تاکہ گرنے پڑے۔ موریز کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ اس کی ہنسی میں بدی اور کینہ توڑی محسوس کی، وہ دہشت زدہ ہو گیا۔ دہشت کے باعث اس نے کچھ سوچے بغیر غیر ارادی طور پر موریز کو

ماری پتو موریز کے بائیں کان کے اوپر لگی۔ وہ لڑتا ہوا کشتی سے الگ کر ایک پر شور آواز سے پانی میں گر پڑا۔ کشتی ایک لمحے کے لیے اُلٹی

ڈاکٹر کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ بھی آوندھا ہو گیا ہو لیکن دوسرے ہی لمحے کشتی متوازن ہو گئی۔ ڈاکٹر نے ادھر ادھر دیکھا۔ دن چمک رہا تھا کشتی مختلف آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ ”بھڑ بھڑ۔ چوں چوں۔“ ڈاکٹر کشتی میں

گیا۔ اس نے موریز کی طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اپنے آپ کو سنبھالنے میں مصروف رہا۔ موریز کی طرف دیکھنے سے کوئی فائدہ بھی نہیں

تھا کیونکہ وہ ڈوب کے مر چکا تھا۔

باقی وقت زیادہ پر لطف نہیں تھا۔ پولیس آئی، اخباری نمایا آئے۔ ڈاکٹر کے بیان نے انہیں مطمئن کر دیا۔ موریز کی موت ایک اتفاق

ایک حادثہ تسلیم کر لی گئی۔ ڈاکٹر نے موریز کے ڈوبنے کی وجہ سر کی چوٹ بیان کی اور سر کی چوٹ کا سبب یہ بتایا کہ وہ کشتی لٹنے وقت زخمی ہوا تھا۔

اس نے سر جھپٹا، اسے یہ حق ہے کہ پتو والا واقعہ نہ دہرائے کیونکہ اس نے یہ بات بھی نہیں دہرائی تھی کہ موریز کشتی الٹ دینا چاہتا تھا۔

ڈاکٹر تفریح گاہ سے لوٹ آیا۔ وہ اپنے کلینک پہنچا تو اس کی نوک نے ایک دلکش مسکراہٹ سے اس کا استقبال کیا اور پوچھا: ”کیسا وقت گزرا؟“

”بڑا نہیں گزرا۔“ ڈاکٹر نے بتایا۔ مگر ایک معمولی حادثہ پیش آیا تھا۔ نرس نے تشویش سے پوچھا: ”آپ کو چوٹ وغیرہ تو نہیں آئی؟“

”نہیں نہیں۔“ ڈاکٹر نے کہا: ”ایک شخص میرے ساتھ کشتی کی سیر کے لیے گیا تھا، وہ ڈوب کے مر گیا۔ اس کا افسوس ہے۔ خیر پھوڑو۔“

”تاؤ، اس ہفتے کا پہلا مریض کون ہے؟“ اس نے یہ سوچتے ہوئے اپنے ہاتھ تلے کہ اب اسے ایک زندگی بچانی ہے۔

”ایک عورت اس ہفتے کی پہلی مریضہ ہے۔“ نرس نے جواب دیا۔

”اس کا نام سنو موریز ہے۔“

